E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.Ed

Paper	:	Unit-3 Pedagogy of Urdu
Module Name/Title	:	Different Methods of Teaching Language

DEVELOPMENT TEAM	
CONTENT	DDE SLM
PRESENTATION	Shakil Ahmed
PRODUCER	Mir Hashmath Ali

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India
//imcmanuu

اکائی ۔3۔ تدریس اور تدریس کے طریقۂ کار

ساخت

3.1 تمہید
3.2 مقاصد
3.3 تدریس کا مفہوم وتعریف
3.4 تدریس کی اہمیت
3.5 ایک معیاری/اچھی تدریس کی خصوصیات
3.6 تدریس کے عام اصول
3.7 تدریس کے اقدامی اصول
3.8 تدریس کے طریقۂ کار
3.9 یاد رکھنے کے نکات
3.10 اپنی معلومات کی جانچ
3.11 سفارش کردہ کتابیں

3.1 تمہید:

انسان جب سے دنیا میں آیا ہے اسے روز اوّل سے ہی معلومات حاصل کرنے اور سیکھنے سکھانے کی ضرورت پیش آئی ہے، یہ سیکھنا، سکھانا زندگی کے تمام معاملات پر مشتمل ہے۔تعلیم وتعلّم اور حصول معلومات کا یہ عمل بغیر استاد و معلّم کے انجام نہیں پاتا۔ایک معلّم اپنے اندر موجود علمی مواد وافکار کو طلبہ کے اندر منتقل کرتا ہے تو یہ عمل ''تدریس'' کہلاتا ہے۔زمانۂ قدیم میں تدریس کا عمل ایک غیر منظّم اور غیر مربوط شکل میں تھا، کھلے میدان، درختوں کے نیچے سایہ دار جگہ اور گاؤں کی چوپالیں ہی ان کے مدارس تھے۔اور سیکھنے والوں کو جب بھی فرصت کے اوقات میسّر آتے وہ معلّم کی خدمت میں حاضر ہوکر تدریس سے فائدہ اٹھاتے۔

موجودہ دور میں زندگی کی جملہ شاہراہوں نے بہت ترقی کی ہے لہٰذا تدریس میں بھی عمدگی، تنظیم وترتیب کے ساتھ مدارس، مواد مضمون اور تدریس کو موثر و کامیاب بنانے کے لیے دیگر لوازمات نے اس کو خوب ترقی یافتہ بنا دیا ہے۔ عصر حاضر کے خوب صورت و آرام دہ مدارس، صاف وشفاف کمرۂ جماعت، قابل معلمین اور دیدہ زیب اور جاذب نظر کتابیں و دیگر مواد تعلیم اس کا شاہد ہے کہ عمل تدریس نے موجودہ دور میں اپنی حد کو پالیا ہے۔

ابتدائی جماعت سے لے کر یہاں تک آپ مختلف مضامین پڑھے ہوں گے۔ کئی اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ درس وتدریس کے اس طویل عرصے میں آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہر معلم کے تدریس کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ کچھ اساتذہ اپنی تدریسی خصوصیات کی بنا پر آپ کے ذہن پر مثبت نقوش چھوڑے ہوں گے۔ دراصل اساتذہ اپنی تدریس میں جو مختلف طریقے اپناتے ہیں اس کا مقصد ہوتا ہے سبق کو کامیابی سے ہمکنار کرنا اور طلبہ کو خاطر خواہ فائدہ پہنچانا۔ جب استاد یہ محسوس کرتا ہے کہ سبق طلبہ کے دماغ و ذہن پر منعقش ہوگیا ہے تو وہ اپنی تدریس کی کامیابی پر ایک خوشی محسوس کرتا ہے۔

تدریس کا مفہوم واہمیت، ایک معیاری تدریس کی خصوصیات، تدریس کے اصول اور تدریس کے مختلف طریقوں کی تفہیم سے واقف ہونے کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنی تدریس میں ندرت ونکھار پیدا کرسکیں اور خود کو ایک کامیاب معلم ثابت کرسکیں۔

3.2 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ تدریس کا مفہوم وتعریف بیان کرسکیں۔

☆ تدریس کی اہمیت وافادیت کو سمجھا سکیں۔

☆ تدریس کے عام اصول اور اقدامی اصول کے درمیان فرق کو واضح کرسکیں۔

☆ تدریس کے مختلف طریقۂ کار سے واقفیت حاصل کرسکیں۔

3.3 تدریس کا مفہوم وتعریف

تدریس کے معنی درس دینا، بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا یا مختلف علوم وفنون میں مہارت پیدا کرنا ہے۔ تدریس کے ذریعے معلّم بچّوں کو طرح طرح کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ انھیں مختلف باتیں جاننے، سیکھنے یا کرنے کا موقع دیتا ہے اور مستقبل کی زندگی کے لئے انہیں تیار کرتا ہے۔

تدریس کا کام اس وقت انجام پاتا ہے جب کوئی سیکھنے والا ہو (طالب علم)، کوئی سکھانے والا ہو (معلّم)، کوئی چیز ہو جو سکھائی جائے (مواد مضمون) تدریس کے ذریعے معلّم، طلبہ اور مضامین کے مواد میں ربط قائم کرتا ہے۔ معلّم کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلبہ، مضامین کے مواد اور طریقۂ تدریس تینوں سے بخوبی واقف ہو اور ان صفات کا حامل ہو جو بچّوں سے بحسن وخوبی پیش آنے اور ان کو فیض پہنچانے کے لیے درکار ہیں۔

تدریس ایک معاشرتی اور جمہوری عمل ہے جس میں طلبہ کو مرکزی ومحوری حیثیت حاصل ہے۔ تدریس اسی وقت موثر ومفید ثابت ہوتی ہے جب طلبہ تدریس میں فعال کردار ادا کریں۔ طلبہ کو پوری آزادی حاصل ہو اور وہ خود عمل وتجربات سے علم حاصل کریں۔ آج ہر مفکّر تعلیم اس بات پر متّفق ہے کہ تدریس طلبہ کی نفسیات سے ہم آہنگ ہونی چاہئے اس سے تدریس میں دلکش اثرات مرتّب ہوں گے۔

تدریس کی تعریف	:	مختلف ماہرین نے تدریس کی تعریف اس طرح کی ہیں۔
این ایل گیز کے مطابق	:	’’ تدریس ایک قسم کا باہمی اثر ہے۔جس کا مقصد دوسرے انسان کے برتاؤ میں تبدیلی لانا ہے۔‘‘
ریانس کے مطابق	:	’’ دوسروں کو سیکھنے کے لئے صحیح ہدایت دینے اور دوسری طرح سے انھیں رہنمائی کرنے کے عمل کو تدریس کہا جاتا ہے۔‘‘
بی،او اسمتھ کے مطابق	:	’’ تدریس ہدایتی عمل کا ایک مقصد ہے‘‘
سمپسن اور دوسرے	:	’’ تدریس کا مطلب اس سلسلے سے ہے،جس میں تجربہ کار گروہ کے لوگ اپنے ناتجربہ کار اور ناپختہ افراد کی زندگی سے مطابقت قائم کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔‘‘
بی ایف اسکینر کے مطابق	:	’’ تدریس قوّت بخشی کا اتفاقیہ (حادثاتی) سلسلہ ہے‘‘
کلارک کے مطابق	:	’’ تدریس کی تشکیل و تنظیم طلبہ کے عادات واطوار میں تبدیلی کے لئے کی جاتی ہے‘‘
سینٹ تھامس کے مطابق	:	’’ کسی طرح سے کسی کو معلومات اور علم دینا تدریس ہے‘‘
ایچ،سی،موریسن کے مطابق	:	’’ تدریس وہ عمل ہے جو زیادہ باوقار شخصیت اور کم پختہ شخصیت کے درمیان آتا ہے اور وہ کم پختہ شخصیت کی آئندہ تعلیم کا انتظام کرتا ہے‘‘

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ تدریس سے مراد ایسی معلومات بہم پہنچانا جو طلبہ میں جذبۂ تجسّس ابھارے اور زندگی کو آسان طریقے سے گزارنے کے قابل بنائے۔گویا تدریس کی مدد سے معلم،طالب علم اور مضامین میں ربط قائم کرتا ہے۔

3.4 تدریس کی اہمیت

تدریس نفس مضمون کو معیاری اور نفسیاتی انداز میں پیش کرنے کے عمل کا نام ہے۔تدریس نفس مضمون،معلّم اور طلبہ کے درمیان ایک رشتہ پیدا کرتی ہے،معلّم جب کسی شئے کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے تو وہ ایک طرف اس شئے کے بارے میں ساری معلومات کو ذہن میں رکھتا ہے اور دوسری طرف طلبہ کے تقاضوں اور ان کے نفسیاتی عوامل کی طرف متوجہ رہتا ہے۔تدریس طلبہ کے رجحانات،کردار اور شخصیات پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔تدریس ایک امدادی شئے ہے جو بچّے کو موثر انداز میں اس کے ماحول کے مطابق ردّعمل کے لئے تیّار کرتی ہے۔تدریس طلبہ کی عادتیں،شعور اور دلچسپیوں کو فروغ دیتی ہے تاکہ وہ زندگی میں مطابقت پیدا کرنے کے لائق ہوجائیں۔

تدریس ایک حرکی اور ارتقاپذیر عمل ہے جو طلبہ کے اندر سماج کی قدروں کا احساس پیدا کرتا ہے اور سماج کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتا ہے۔زیر تربیت اساتذہ کے لئے ان سرگرمیوں کی بہت اہمیت ہے کیوں کہ وہ اپنی تربیت کے دوران ان میں واضح تصوّر رکھتے ہیں کہ کمرۂ جماعت میں داخل ہونے سے پہلے،کلاس کے دوران اور خاتمہ پر سرگرمیاں بجالائی جاتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے اثرات پیدا کیے جاتے ہیں اور پھر مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔

- ☆ تدریس کے ذریعہ معلومات میں وسعت،مہارتوں،اہلیتوں اور رجحان کا فروغ ہوتا ہے۔
- ☆ تدریس کے ذریعہ واضح تفکّرات،ذوق سماعت،بحث ومباحثہ،تجربات،منصوبہ سازی،مسائل کے حل،دوسروں کا لحاظ اور ذمّہ دارنہ کام کی عادت جیسی اہم خصوصیات کو پروان چڑھانے میں مدد ملتی ہے۔

☆ تدریسی سرگرمیاں تدریس کی نوعیت ومتغیرات کوسمجھنے نیزان کے باہمی تعلق کوسمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

☆ تدریسی سرگرمیوں کے منظّم انعقاد سے معلم اور طالب علم کے درمیان بہتر تال میل پیدا ہوتا ہے اور تدریسی مقاصد کے حصول میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

☆ تدریسی سرگرمیاں تعلیمی ماحول پیدا کرکے تعلیم کے مختلف گوشوں پراثر انداز ہوتی ہیں اور یوں تدریس وتعلیم میں گہرا تعلق بنتا جاتا ہے۔

☆ تدریسی سرگرمیوں کے ذریعہ سے تعلیم کے تینوں مدارج حفظ،فہم اورفکر کی احسن وضاحت ہوسکتی ہے۔

☆ تدریس کے ذریعہ بچوں کی انفرادیت کواختراعی اظہار کا موقع ملتا ہے۔

☆ تدریس لفظی اورزبانی اہمیت کومقصدی اور حقیقی حالات میں اکتساب کرنے کے قابل بناتی ہے۔

☆ تدریس کے ذریعہ طلبہ کوخودآموزی کے طریقوں کی تربیت ملتی ہے اورطلبہ میں صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے جس سے شخصی کوشش اوروجدان کے ذریعہ حصول معلومات کا طریقہ سیکھتا ہے۔

☆ تدریس کے ذریعہ طلبہ میں مزید مطالعہ اورانکشافات کی خواہش کوتحریک ملتی ہے۔

مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ استاد کا ہروقت بچوں سے رابطہ رہتا ہے مگر خیال رہے کہ تدریس نہایت ہی پیچیدہ عمل ہے۔اس کے ذریعہ سے طلبہ کے حصول علم کے درجے کی نشاندہی ہوتی ہے۔لہٰذا ہر وہ استاد جواپنی تدریس کوبہتر بنانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ تدریس کے مختلف پہلوؤں کے لحظ سے تدریسی طرز عمل کا تجزیہ کرے اوراس کے مطابق متحرک اور تخلیقی انداز میں تدریس کوفروغ دے۔

3.5 ایک معیاری/اچھی تدریس کی خصوصیات

مشہور ماہر تعلیم سمپسن نے اپنی کتاب ''جدید تدریسی طریقۂ کار''میں ایک اچھی تدریس کی خصوصیات اس طرح بیان کی ہیں۔

مطلوبہ اطلاع دینا۔ تدریس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ بچوں کی ضروریات،دلچسپیاں ان کی تعلیمی سطح،سماجی ضروریات اوران کی نفسیات کا خاص خیال رکھتے ہوئے ایسی معلومات بہم پہنچانا ہے جوان کے لیے ضروری ہیں۔ ہرسطح پر بچوں کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس لیے بچوں کے اس امتیاز کومدّ نظر رکھتے ہوئے افعال تدریس کوانجام دیا جائے۔

رہنمائی کرنا۔ عمدہ تدریس وہی ہے جوبچوں کوسیکھنے میں صحیح رہنمائی کرے۔معلّم کو چاہیے کہ وہ طلبہ کی دلچسپیوں،صلاحیتوں،لیاقتوں اورضرورتوں کا پتہ لگائے اورانھیں کے مطابق رہنمائی کرے۔مانٹیسری،کنڈرگارٹن،ڈالٹن وغیرہ کے تدریسی طریقوں کی تعمیر اسی اصول کی بنیاد پر ہوئی ہے۔

منتخب باتوں کا علم۔ موجودہ دور'معلومات کے دھماکہ کا دور ہے۔روز بروز نت نئی دریافتیں اور جدید علوم منظر عام پر آرہے ہیں۔ایک انسان کے لئے مشکل ہے کہ وہ یکساں طور پران تمام علوم پرعبور حاصل کرسکے۔اس لئے معلم کو چاہیے کہ طلبہ کومنتخب معلومات فراہم کرے جوان کی ضروریات اورعقل وفہم سے میل کھاتے ہوں۔

ہمدردانہ۔ اچھی تدریس کے لئے ضروری ہے کہ معلم بچوں کے ساتھ باہمی دوستی اور ہمدردی کا سلوک کرے۔جس کی وجہ سے طلباء بے جھجھک معلّم سے اپنے دل کی بات کہہ سکیں اوراپنے مسائل کواس کے سامنے پیش کرسکیں۔ چوں کہ معلّم بچوں کا روحانی باپ ہوتا ہے۔اس لئے بچوں کی غلطیوں پرصرف

سزا دینا اس کا کام نہیں بلکہ ان کو سدھارنا ہی اس کا اصل فریضہ ہے۔ اس لیے درس وتدریس نرمی پر منحصر ہوتی ہے نہ کہ سنگ دلی وسختی پر۔

تعاون پر منحصر۔ تدریس ایک دوطرفہ عمل ہے۔ اس کے لیے معلّم اور شاگرد کے درمیان آپسی تعاون کا ہونا ضروری ہے۔ اگر طلبہ کا معلّم کے ساتھ بھرپور تعاون نہیں ہوگا تو تدریس کبھی کامیاب وموثر نہیں ہوسکتی۔ طلبہ کے تعاون کے لئے ضروری ہے کہ معلّم ان کے ساتھ انسیت کا معاملہ روا رکھے اور حصول تعلیم کے لئے درکار سہولتیں انھیں فراہم کرے۔

جمہوری۔ موجودہ زمانہ جمہوریت کا زمانہ ہے۔ اس لیے معلّم کمرۂ جماعت کے ہر ایک طالب علم کے ساتھ یکساں سلوک کرے اور طلبہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ کرے۔ حقیقت میں عمدہ تدریس وہی ہے جو بچوں میں جمہوری رجحان پیدا کرے اور وہ اپنے روزمرّہ کے برتاؤ اور عمل میں جمہوری جذبات مثلاً انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارا وغیرہ کی ترغیب حاصل کریں اور ان میں ان خیالات کو زندگی میں اتارنے کا احساس پیدا ہو۔

ترقی پذیر۔ بچے کی حقیقی تعلیم اس کے ذاتی تجربوں پر منحصر ہونی چاہیے۔ عمدہ تدریس بچے کے سابقہ تجربوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے جدید علم پیش کرتا ہے۔ اس سے بچوں کے برتاؤ میں تبدیلی اور اصلاح ہوتی ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عمدہ تدریس ترقی پذیر ہوتی ہے۔

3.6 تدریس کے عام اصول

کامیاب تدریس کا مطلب ہے ایسی تدریس جس میں شاگردوں کو مضمون سے متعلق جو مواد پڑھائے جا رہے ہوں اسے وہ اچھی طرح سیکھ سکیں۔ سیکھنے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے میں بھی وہ معاون ہوں۔ اس عمل کے لیے تعلیم کے ماہرین نے کچھ اصولوں کی ایجاد کی ہے جنھیں تدریسی اصول کہتے ہیں۔ ان اصولوں کا علم ہر مدرس کے لیے ضروری ہے کیوں کہ اس سے تدریس میں دلچسپی، آسانی اور سائنسی رجحانات کو فروغ ملتا ہے۔ یہ اصول ''طفل مرکوزیت'' پر منحصر ہوتے ہیں۔ تدریسی اصول کی اہمیت وافادیت کامیاب تدریس کے لئے بہت اہم ہے۔ تدریسی اصولوں کے ذریعہ درجاتی تدریس میں آسانی، جوش و ولولہ اور سیکھنے میں مدد ملتی ہے اور طلبہ مضمون کو اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔ اس لئے ایک ماہر استاد کو ان تمام تدریسی اصولوں کا مکمّل علم ہونا بے حد ضروری ہے۔ ایک کامیاب استاد کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کون سے اصول کا استعمال اسے کہاں کرنا چاہیے۔

تدریسی اصولوں کا استعمال تدریسی عمل کو سہل بنا دیتا ہے۔ اس کے ذریعے کسی بھی مضمون کو سمجھنے میں طلبہ کو آسانی ہو جاتی ہے اس لئے درجاتی تدریس میں تدریسی اصولوں کی اہمیت وافادیت ایک استاد کے لئے ضروری ہے۔

ذیل میں تدریس کے کچھ عام اصول دیے جا رہے ہیں۔ یہ طویل تدریسی تجربات اور بچوں کی نفسیات کی روشنی میں مرتب کیے گیے ہیں۔ سارے مضامین اور ہر طرح کے اسباق میں انھیں حتی الامکان ملحوظ رکھنا چاہیے تاکہ تدریس مفید اور موثر ہو سکے۔

آمادگی کا اصول: اس اصول کے تحت سبق کی تدریس سے پہلے طلبہ کو ذہنی طور پر تیار یعنی کہ آمادہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ جس کام کے لیے طبیعت پورے طور پر آمادہ ہوتی ہے وہ دلچسپی سے کیا جاتا ہے اور جو کام کسی طرح کے دباؤ یا زبردستی کے تحت انجام پاتا ہے وہ بے کار سمجھ کر ٹال دیا جاتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بچّے توجہ اور انہماک سے گھبراتے ہیں۔ کسی طرح کا جبر اور دباؤ پسند نہیں کرتے، لکھنے پڑھنے جیسے خشک کام سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ چنانچہ انھیں لکھنے پڑھنے پر آمادہ کرنے کے لیے اساتذہ عموماً ڈراتے دھمکاتے اور جبر وتشدّد سے کام لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر بچے اس کام سے اور زیادہ گھبراتے اور تعلیم سے بھاگنے لگتے ہیں اسی لیے پڑھانے سے پہلے بچوں کو بخوبی آمادہ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ اس کے لیے حسب موقع مندرجہ ذیل تدابیر

اختیار کی جاسکتی ہیں۔

☆ موزوں سوالات،مختصر گفتگو،خوش رنگ تصاویر، جاذب توجہ ماڈل وغیرہ کے ذریعہ نئی معلومات کے لئے بچوں کا تجسّس بیدار کیا جائے۔

☆ سبق کی غرض وغایت اور جو کچھ پڑھنے جارہے ہیں اس کی ضرورت وافادیت بخوبی ذہن نشیں کرادی جائے۔

☆ کام میں کھیل یا مسابقت کی روح پیدا کی جائے یا تدریسی مواد کو کہانی کی شکل میں پیش کیا جائے۔

☆ بچوں کو کچھ بتانے یا عملی کام کرنے کا موقع دیا جائے۔

☆ سبق کو آگے بڑھانے میں ان کی امداد اور مشوروں کو اہمیت دی جائے۔

آمادگی کے بعد توجہ اور دلچسپی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ چوں کہ جس کام کو کرنے کے لئے طلبہ بخوشی آمادہ ہو جائیں گے اس پر وہ پوری توجہ بھی صرف کریں گے اور بعد میں خواہ دشواریاں بھی پیش آئیں پوری دلچسپی اور توجہ سے کام لیں گے۔

انتخاب کا اصول: بچوں کو صرف وہی پڑھایا اور سکھایا جائے جو ان کے لئے نہایت ضروری، مفید، مناسب اور ان کی فطرت وصلاحیت اور مقصد کے عین مطابق ہو اور جسے معلم اپنے محدود وسائل وذرائع سے بخوبی انجام دے سکتا ہو۔اس لئے معلم کو چاہیے کہ مواد مضمون اور طریقۂ تدریس کا نہایت احتیاط سے انتخاب کرے اور اسی شئے کے حصول پر بچوں کا وقت صرف کرائے جو واقعی ضروری اور نفع بخش ہو۔فضول اور بے مطلب کی باتوں میں وقت ضائع نہ ہونے دے۔

استقرائی طریقہ	استخراجی طریقہ
(1) مخصوص واقعات اور انفرادی مثالوں پر پہلے غور کیا جاتا ہے اور ان سے تعریفیں، قاعدے اور کلیے اخذ کیے جاتے ہیں۔	(1) تعریفیں، قاعدے اور کلیے پہلے بتا دیے جاتے ہیں پھر مخصوص واقعات یا انفرادی مثالوں پر انھیں منطبق کیا جاتا ہے۔
(2) اس سے جدید معلومات حاصل ہوتی ہے۔	(2) اس سے سابقہ معلومات مستحکم ہوتی ہیں۔
(3) یہ انکشاف وتحقیق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔	(3) اس سے دوسروں کی معلومات کی صرف تصدیق ہوتی ہے۔
(4) یہ بہت سست رفتاری کا طریقہ ہے کیوں کہ بچے خود رفتہ رفتہ تجربہ ومشاہدہ کرکے کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔	(4) اس طریقہ سے کام کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ کیوں کہ بچے کو خود تجربہ یا مشاہدہ کرنا نہیں پڑتا ہے بلکہ بڑوں کے علم وتجربے سے کام چل جاتا ہے۔
(5) مختلف ذہنی قوتوں اور صلاحیتوں مثلاً، غور وفکر، استدلال، قوت فیصلہ وغیرہ کی تربیت ہوتی ہے۔	(5) زیادہ تر حافظہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ ذہن کی دوسری قوتوں کو کام میں لانے کا کم ہی موقع ملتا ہے۔
(6) بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔	(6) اساتذہ پر تکیہ کرنے کی عادت پڑتی ہے۔
(7) اس میں خیالات کا رخ بلندی کی طرف ہوتا ہے اور مخصوص واقعات سے کلیات اخذ کرنے کی فکر ہوتی ہے۔	(7) خیالات کا رخ پستی کی طرف ہوتا ہے اور کلیات سے مخصوص واقعات کی طرف آنا پڑتا ہے۔
(8) خود کرکے سیکھنے کا موقع ملتا ہے اس لیے علم پختہ اور کارآمد ہوتا ہے۔	(8) دوسروں کے بتانے پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے چنانچہ اس علم پر پورا یقین بھی نہیں جمتا۔
(9) یہ طریقہ بچوں کے لیے موزوں ہے۔	(9) یہ طریقہ بڑوں کے لیے موزوں ہے۔

زندگی سے مربوط کرنے کا اصول: اس سے مراد معلومات حتی الامکان بچوں کی روزمرّہ کی زندگی کے واقعات، ان کی سابقہ معلومات، ان کے تجربات ومشاہدات اور سماجی وفطری ماحول سے مربوط کر کے فراہم کی جائیں۔ اس طرح بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی اور بخوبی ذہن نشیں ہوجائے گی۔ ساتھ ہی بچوں پر جدید معلومات کی ضرورت اور افادیت واضح کرنے اور روزمرّہ کی زندگی میں اس کے استعمال کا سلیقہ سکھانے میں بھی مدد ملے گی۔ جس چیز کا زندگی سے کوئی ربط محسوس نہ ہو یا اس کی ضرورت وافادیت نظر نہ آئے اسے سیکھنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی اور نہ زیادہ دیر تک وہ ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔

خود کر کے سیکھنے کا اصول: معلم کو چاہیے کہ ساری باتیں خود بتانے کے بجائے بچوں کو خود کر کے یا اپنی طرف سے سیکھنے کا موقع فراہم کرے۔ جن اسباق میں خود کر کے سیکھنے کے امکانات نہ ہوں ان کو کم از کم کسی عملی کام پر ختم کیا جائے۔ مثلاً زبانی طور پر بتانے کے بعد اس سے متعلق تحریری کام لینا، معلوماتی اسباق سے متعلق ایسے کام سپرد کرنا جس میں طلبہ کو خود کرنا پڑے۔ مثلاً ٹکٹ یا تصاویر جمع کرنا، کوئی ماڈل یا منظر بنانا، پھول پتیاں وغیرہ جمع کرنا۔

بچے چونکہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے اور بناتے بگاڑتے رہتے ہیں، اسی میں انہیں لطف بھی آتا ہے اور اسی طرح وہ بہت کچھ سیکھتے اور تجربات حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے اگر تدریس میں اس کا اہتمام کیا جائے تو تعلیم زیادہ آسان، موثر اور دلچسپ ہوجاتی ہے اور بچے جو کچھ سیکھتے ہیں وہ زیادہ پختہ اور دیر پا ہوتا ہے۔

تقسیم کا اصول: استاد کو جو کچھ پڑھانا ہو اسے مناسب اجزا میں تقسیم کر کے پڑھائے۔ یہ تقسیم اس انداز کی ہو کہ ہر جزا پنے پہلے اور بعد کے اجزا سے فطری طور پر مربوط رہے۔ اور یہ درمیان کی منزل اور کڑی بھی رہے۔ اس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھنے اور مناسب اجزا میں تقسیم کر کے معلومات کو پہنچانے سے سمجھنا بھی آسان ہوتا ہے اور سلسلہ وار ترتیب سے یاد بھی ہوجاتا ہے۔ اس کا لحاظ کیے بغیر تعلیم دینے سے معلومات الجھی ہوئی رہتی ہیں اور بوقت ضرورت ٹھیک طرح سے استعمال نہیں ہو پاتیں۔

اعادہ کا اصول: یعنی جو کچھ بچوں کو پڑھایا جائے اس کا اعادہ اور مشق کرا کے خوب یاد کرا دیا جائے۔ بہت زیادہ معلومات پہنچانے کی فکر میں اکثر اساتذہ اعادہ کی طرف سے غفلت برتتے ہیں جس سے سبق کی تفہیم میں مدد نہیں ملتی اور تدریس کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ بچوں کو یاد کیا ہوا سابقہ سبق بھول جاتا ہے۔ اور اگلا ان کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔ اس لیے اعادہ اور مشق کی طرف غیر معمولی توجہ دینی چاہیے۔ سبق کے ہر جز کے بعد اس جز کا اور سبق کے اختتام پر پورے سبق کا اعادہ کرایا جائے۔ ہفتے میں کم از کم ایک دن اعادہ اور مشق کے لیے مخصوص کر دیا جائے تا کہ ہفتے بھر کا کام بخوبی ذہن نشیں ہوجائے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ علم پر قدرت حاصل کرنے کے لیے اعادہ ناگزیر ہے۔

3.7 تدریس کے اقدامی اصول

اقدامی اصولوں سے مراد وہ اصول ہیں، جن کے مطابق زبان کی تدریس میں اقدام کیا جاتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جو سبق کو دلچسپ، واضح اور کامیاب بناتے ہیں اور طالب علم کے لئے سبق سے مستفید ہونے کے سلسلے میں دشواری نہیں ہونے دیتے۔ یہ اصول درج ذیل ہیں:

معلوم سے نامعلوم کی طرف: اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ جو باتیں طلبہ کو پہلے سے معلوم ہیں انہیں کے سہارے انھیں نئی باتیں بتائی یا سمجھائی جائیں۔ تدریس کا یہ فطری طریقہ ہے۔ اس طرح بات ٹھیک ٹھیک سمجھ میں آتی ہے۔ کیوں کہ اول تو بچوں کا ذہن انھیں چیزوں میں توجہ اور دلچسپی کا اظہار کرتا ہے جن میں ندرت اور نئے پن کے ساتھ کسی حد تک انسیت بھی ہو۔ بالکل نئی چیز جس کا سابقہ تجربات ومشاہدات سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہ ہو بچوں کے نزدیک کبھی قابل قبول نہیں ہوتی۔ دوسرے نئی چیز کی توضیح وتشریح بہرحال سابقہ معلومات کی روشنی میں کی جاسکتی ہے۔

اس اصول کا تقاضا ہے کہ تدریس میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے:

☆ ہر نئے سبق سے متعلق بچوں کی سابقہ لیاقت کا ٹھیک ٹھیک تعین کرلیا جائے تا کہ اس کی بنیاد پرنئی باتیں بتائی یا سکھائی جاسکیں۔

☆ سبق کی تمہید میں ایسے سوالات کیے جائیں جن سے بچوں کی سابقہ معلومات کا بخوبی اندازہ ہوسکے، سوالات موضوع سے متعلق ہونے کے ساتھ ایسے آسان ہونے چاہئیں کہ جواب دینے میں بچوں کو دشواری نہ ہو اور ایسے انداز سے پوچھے جانے چاہئیں کہ وہ اپنے دل کی بات بتادیں۔

☆ ایک مضمون کے مختلف اسباق اس انداز سے ترتیب دیے جائیں کہ ہر اگلے سبق کا سابقہ اسباق سے تعلق قائم ہوتا جائے۔

☆ جدید معلومات کا بچوں کی سابقہ معلومات سے موازنہ ومقابلہ کر کے مشابہت یا فرق کو اچھی طرح ذہن نشیں کرادیا جائے۔

☆ بچوں کے تصوّرات وتجربات ناقص اور مبہم ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی سابقہ لیاقت سے فائدہ اٹھاتے وقت ان کے سابقہ تصوّرات کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے۔

آسان سے مشکل کی طرف: اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ پہلے وہ چیزیں پڑھائی جائیں جو آسان اور با قاعدہ ہوں اور ان آسان وسہل چیزوں کے ذریعہ بتدریج مشکل اور بے قاعدہ چیزوں کی طرف چلا جائے۔ یہ اصول بھی پہلے اصول کی طرح تعلیم کے ہر شعبے اور ہر سبق میں کارآمد ہے لیکن تدریس زبان میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ زبان میں پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں کئی مشکل مقام آتے ہیں۔ قواعد کی دشواریاں معروف ومشہور ہیں۔ اگر سبق کی ابتدا میں کسی مشکل مسئلے کی بحث شروع کردی جائے، تو اس سے طالب علم کے ذہن پر برا اثر پڑتا ہے۔ وہ سبق کی دشواری سے تنگ آجاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی پریشانی اسے سبق سے نفرت کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے مصلحت اسی میں ہے کہ طلبہ کو پہلے وہ چیزیں سکھائی جائیں جو آسان وسہل ہوں اور آہستہ آہستہ مشکل کی طرف بڑھا جائے۔

سبق کے بہت مشکل ہونے کی صورت میں جہاں طلبہ میں مایوسی اور بددلی پیدا ہوتی ہے وہیں بہت آسان ہونے کی صورت اکتاہٹ اور عدم توجہی کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس پر وقت صرف کرنے سے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے سبق کے شروع میں آسانی کا اہتمام کیا جائے اور آخر میں بتدریج مشکلات پیدا کی جائیں تا کہ بچوں کو مسائل ومشکلات سے نمٹنے کا سلیقہ آجائے۔

سادہ سے پیچیدہ کی طرف: معلم کو چاہیے کہ ہر سبق میں سادہ تصورات پہلے بتائے پھر بتدریج پیچیدہ باتیں سمجھائے۔ اسی طرح بچوں کی عمر، ان کی فہم، ان کے تجربات ومشاہدات کو سامنے رکھ کر ہر مضمون کا نصاب اس انداز سے ترتیب دیا جائے کہ سادہ اور آسانی سے سمجھ میں آنے والے مواد پہلے ہوں اور پھر بتدریج مشکل اور پیچیدہ مواد لیا جائے۔ مثلاً۔ ریاضی میں ایک قاعدہ سمجھانے کے بعد مشق کے لیے پہلے اس قاعدے سے بہ آسانی نکلنے والے چند سوالات دیے جائیں، پھر بتدریج عبارت میں پیچیدگی لائی جائے اور آخر میں ایسے سوالات دئے جائیں جن کو حل کرنے کے لئے اس قاعدے کے ساتھ پہلے سے پڑھے ہوئے بعض قاعدوں کو بھی استعمال کرنے کی ضرورت پڑے۔ قاعدے، ضابطے سکھاتے وقت بھی اسی اصول کو سامنے رکھا جائے۔ یعنی شروع میں سادہ قاعدے بتائے جائیں، رفتہ رفتہ پیچیدہ، لیکن سادگی اور پیچیدگی کا فیصلہ ہمیشہ بچوں کے معیار سے ہونا چاہیے، کیوں کہ ایک چیز بڑوں کو بظاہر بہت ہی سادہ محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ایک بچہ کے لیے وہ بڑی پیچیدہ ہوتی ہے اور مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔

ٹھوس سے مجرّد کی طرف: اس اصول کے مطابق مجرّد تصورات کو قائم کرانے کے لیے ٹھوس اشیا کی مدد لی جائے۔ مثلاً بچوں کو گنتی، پہاڑے، جوڑنا، گھٹانا وغیرہ سکھانے کے لیے انگلیوں، بال فریم، گولیوں اور بیجوں وغیرہ سے مدد لی جائے تو بڑی سہولت ہوتی ہے اور وہ رفتہ رفتہ بغیر کسی چیز کی مدد کے جوڑنے

گھٹانے لگتے ہیں۔اسی طرح ماڈل،تصاویر،نقشہ جات وغیرہ کی مدد سے مجرّد تصوّرات آسانی سے قائم کرایے جاسکتے ہیں۔بالکل نئی یا نامانوس چیز کا تعارف کرانا ہو تو اس کا ماڈل یا تصویر دکھانے سے تصورات واضح بنتے ہیں۔اس اصول سے فائدہ اٹھانے کے لیے درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

☆ اسباق کی ابتدا ٹھوس متعین مثالوں سے ہو۔لیکن اختتام حتی الامکان مجرّد تصورات پر ہونا چاہیے۔

☆ ٹھوس اشیا یا متعین مثالوں سے اسی وقت تک مدد لی جایے جب تک ضروری ہو۔رفتہ رفتہ مجرد تصورات قائم کرانے کی فکر کی جائے۔

☆ مجرد تصورات قائم ہو جانے کے بعد انھیں مجرد ہی نہ چھوڑا جایے بلکہ ٹھوس یا متعین مثالوں پر استعمال کر کے مزید تفصیلات فراہم کی جائیں۔

غیر معیّن اور غیر واضح تصوّر سے معین اور واضح کی طرف:تعلیم کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ طلبہ کے ذہن میں چیزوں کے متعلق جو معلومات سطحی،غیر واضح اور غیر معین ہیں انھیں تدریسی عمل کے ذریعے سے معین اور واضح طور پر ذہن نشین کرایا جائے۔چوں کہ بچوں کے تجربات ومشاہدات ناقص ہوتے ہیں اس لئے اس لئے مختلف چیزوں کے بارے میں ان کے تصورات غیر معین وغیر واضح ہوتے ہیں۔معلم کو چاہیے کہ وہ انھیں رفتہ رفتہ معین اور واضح کرے تا کہ بچوں کا علم پختہ اور قابل اعتماد ہو۔یہ کام اس طرح ہوسکتا ہے کہ بچوں کو تجربات ومشاہدات کے کافی مواقع دیے جائیں اور ان کی قوت مشاہدہ کی بخوبی تربیت ہو تا کہ وہ مشاہدے میں آنے والی چیزوں سے سرسری طور پر نہ گزر جائیں۔بچوں کے غلط اور ناقص تصورات کو ٹھیک اور واضح کرنے کے لیے تصاویر،نقشہ جات،توضیح وتشریح اور مثالوں سے مدد لی جائے۔تدریس زبان کے سلسلے میں اس اصول کی اہمیت بھی واضح ہے۔لسانی نشو ونما میں ابتدا غیر واضح چیزوں سے ہوتی ہے لیکن رفتہ رفتہ وہ واضح تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

خاص سے عام کی طرف:اس اصول کے مطابق خاص واقعات یا مثالیں طلبہ کے سامنے پہلے پیش کیے جائیں اس کے بعد ان کے عام قواعد وقوانین اخذ کیے جائیں بلکہ صحیح طرز عمل یہ ہے کہ خاص واقعات ومثالوں کے ذریعہ طلبہ کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ ان مثالوں پر خوب غور وفکر کر کے عام اصول خود بخود اخذ کرسکیں۔جس تدریسی عمل میں طلبہ کے اندر یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے،وہ عمل کامیاب ہے۔

معلم کو چاہیے کہ خاص خاص واقعات پہلے بتائے اور عام باتیں بعد میں ذکر کرے۔کوئی عام اصول اخذ کرنے یا کسی عمومی نتیجے پر پہنچنے کے لیے بچوں کو جانچنے،پرکھنے اور تجربہ ومشاہدہ کرنے کے لئے کافی مواقع دیے جائیں۔اخلاقی اصول وضابطہ سمجھانے کے لیے نظری بحث کرنے کے بجائے متعین واقعات بتائے جائیں۔تاریخی شخصیتوں کے مشہور واقعات پہلے سنائے جائیں اور باقاعدہ تاریخ اور قوموں کی عروج وزوال کی داستان تسلسل کے ساتھ بعد میں بتائی جائے۔لسانی تدریس اور صرف ونحو کی تعلیم میں یہ اصول بہت مفید،کارآمد اور کامیاب ہے۔

منطقی ترتیب اور نفسیاتی ترتیب کا لحاظ: معلم کے لیے دو مسائل بہت اہم ہیں،کیا پڑھایا جائے؟اور کس طرح پڑھایا جائے؟پہلے مسئلے کی بنا پر استاد کے لئے لازم ہے کہ مواد تعلیم پر غور وغوض کرے اور اسے کچھ اس قسم کی ترتیب دے کہ ایک چیز دوسری سے نکلتی چلی جائے اور مواد تعلیم کی تمام چھوٹی چھوٹی کڑیوں میں باقاعدہ تسلسل اور ربط ہو۔دوسرے مسئلے کی بنا پر استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا طریقہ یا طرز استعمال کرے جس سے طالب علم کے ذہن پر بوجھ نہ ہو۔اس کا ذہن تعلیم کی نئی نئی چیزوں کو دلچسپی کے ساتھ قبول کرے اور ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھ سکے۔پہلی صورت میں معلم کو اپنے مواد تعلیم کا تجزیہ کر کے اس کے مختلف اجزا کو ایسا ربط دینا پڑتا ہے کہ ہر مقدم چیز بعد میں آنے والی معلومات کے لیے بنیاد اور سبب کا کام دے،یہ ترتیب منطقی کہلاتی ہے۔دوسری صورت میں استاد کو دیکھنا پڑتا ہے کہ طالب علم کو تعلیمی مواد کی طرف کس طرح راغب کیا جاسکتا ہے اور مواد تعلیم کو اس کے لیے کیسے موثر بنایا جاسکتا ہے؟اس مقصد کے لیے معلم کو طالب علم کی طبیعت کا نفسیاتی مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔اس کی جبلتوں،خواہشوں ورجحانات کو سمجھنا اور ان کے مطابق طرز عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔

3.8 تدریس کے طریقۂ کار

چوں کہ تعلیم کے مختلف سطحوں پر طلبا کی ذہنی صلاحیت، دلچسپیاں اور رجحانات وغیرہ الگ الگ ہوتے ہیں اس لیے تدریسی فعل انجام دینے کے لیے ایک معلم مختلف طریقہ کار استعمال کرتا ہے۔ابتدائی جماعت سے لے کر اعلیٰ جماعت تک تدریس کے لئے جو مختلف طریقۂ کار استعمال کیے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

کھیل کھیل کا طریقہ: مادری زبان کی تدریس میں کھیل کھیل کا طریقہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ چوں کہ کھیل بچوں کی فطرت میں شامل رہتا ہے اور اس سے وہ اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہیں۔بچوں کے کھیل زیادہ تر خیالی ہوتے ہیں۔وہ کبھی مکان بناتا ہے۔کبھی ریل گاڑی بناتا ہے۔کبھی بڑے آدمیوں کی نقل کرتا ہے۔ابتدا میں بچوں کے کھیل انفرادی ہوتے ہیں جو بعد میں معاشرتی نوعیت اختیار کرلیتے ہیں کیوں کہ اس وقت بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ مل جل کر کھیلنا پسند کرنے لگتا ہے۔

بچوں کی ان فطری خواہشات اور کھیل کی خواہش کو اگر تعلیم کی بنیاد بنالیا جائے تو بچے تعلیم میں بھی اتنی ہی دلچسپی لینے لگیں گے جتنے کہ وہ کھیل کود اور دوسری خواہشات پورا کرنے میں لیتے ہیں۔اس اصول کے پیش نظر بہت سے ماہر تعلیم نے بچوں کی دلچسپیوں اور کھیل کود کے قدرتی شوق کو تعلیم کا ذریعہ بنایا ہے۔ مادری زبان کو پڑھانے کے سلسلے میں کھیل کے طریقہ کو کئی صورتوں سے کام میں لاسکتے ہیں۔ مثلاً الفاظ کے کھیل، جملوں کے کھیل، کہانیاں ،تصویر بنانا، ڈراموں میں حصّہ لینا، لباس کی تیاری وغیرہ۔اس طرح جو چیز بچہ کو پڑھائی جائے گی وہ اس میں اتنی ہی دلچسپی لے گا جتنی کھیل میں لیتا ہے۔

اس طریقۂ تدریس میں بچہ کو ایک خاموشی سے سننے والے کے بجائے تعلیمی عمل میں حصہ دار بنادیا جاتا ہے وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتا ہے۔ چیزیں بناتا ہے۔اس دوران اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور ان سب باتوں کو جو اسکولوں میں سکھائی جاتی ہے بہتر طریقے سے سیکھ لیتا ہے۔اس کے علاوہ کھیل کا بچے کی معاشرتی نشوونما پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔کیوں کہ کھیل میں بچوں کو دوسروں کے ساتھ رہنے اور تعاون کرنے کا موقع ملتا ہے اور اس کے ذریعے بچہ کی تخلیقی قوتیں پروان چڑھتی ہیں۔جسمانی اور دماغی نشوونما ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ قوتِ تخیّل کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔

کہانی کا طریقہ:

یہ طریقہ کمرۂ جماعت میں مختلف مضامین کو پڑھانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔معلم اسباق کو دلچسپ اور بہتر طریقے سے پیش کرنے کے لئے کہانی کے طریقہ کار کو استعمال کرتا ہے اور مختلف واقعات شامل ہوتے ہیں۔اس طریقۂ تدریس میں طلبہ کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے سبق کو دلچسپ بنادیا جاتا ہے جس سے بچے بڑے شوق سے تدریس میں حصّہ لیتے ہیں۔سبق کی کامیابی کا دارومدار معلم کی لیاقت پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کہانی کو کس طرح پیش کررہا ہے۔ چھوٹی جماعتوں کے بچوں کے لیے یہ طریقہ بہت مفید سمجھا جاتا ہے کیوں کہ بچوں کو کہانیوں سے بہت شوق ہوتا ہے۔اس طریقہ تدریس کا تعلق بچوں کی نفسیات سے ہے۔اس کے ذریعہ خشک مضمون کی تدریس میں بھی دلچسپی پیدا کی جاسکتی ہے۔معلم کو قصّہ سنانے میں مہارت ہو، اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے کہانی میں دلچسپی پیدا ہو، بچوں کی استعداد اور عمر کے لحاظ سے کہانی کا انتخاب ہونا چاہیے۔معلم خود کہانی سنانے کے بعد طلبہ سے بھی اس کہانی کو سنے۔طلبہ کو کہانی لکھنے اور سنانے کا موقع دینا ضروری ہے تاکہ ان میں خیالات کو پیش کرنے کی قدرت پیدا ہو اور ان کے تخیل کی پرورش ہو۔

سوال وجواب کا طریقہ:

تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے۔اور ذہنی نشوونما کا موثر وسیلہ سوالات ہیں۔ بہت کم استاد سوالات کی اہمیت کو پوری طرح سراہ پاتے

ہیں ۔ سیکھنے کے کسی بھی موزوں تصور کے لیے یہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔سوال بچے کی ذہنی زندگی کے لیے پہلا محرک ہوتا ہے۔اسی کے ذریعہ سقراط نے اہل یونان میں غور وفکر اور استدلالی قوتوں کو فروغ دیا۔سقراط نے سولات کے ذریعہ ہی تعلیمی وعلمی سرگرمیاں انجام دیں اس کے اس طریقے کو اسی کے نام سے (سقراطی طریقہ) یاد کیا جانے لگا۔طلبہ میں اس کے ذریعہ مزید معلومات کی خواہش پیدا کی جاسکتی ہے۔استاد اور طالب علموں کا تعلق اور اشتراک کے لئے سولات ہی واحد اہم اور بنیادی ذریعہ ہیں اور یہ تعلق طلبہ کی تعلیمی الجھنوں کو حل کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ یہ تدریس کی جدید تکنیک میں نہایت موثر طریقہ ہے۔طلبہ کی سابقہ معلومات کو معلوم کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔سوالات ہی کے ذریعہ طلبہ کی خواہش کا علم ہوتا ہے۔سوالات کے ذریعہ ہی طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کا پوری طرح تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔سوالات کی دوسری سب سے بڑی اہمیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ طلبہ کو فعال (Active) بنایا جاسکتا ہے۔معلّم سوالات کے ذریعہ اپنی تدریس کی کامیابی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔استاد کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اسکا پڑھایا ہوا سبق کہاں تک طلبہ کے ذہن نشیں ہوا۔سوالات کے ذریعہ طلبہ کی تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں ان میں نئے خیالات اور افکار جنم پاتے ہیں۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بچوں کو کلاس روم میں مصروف رکھا جاسکتا ہے۔سوالات مسائل کو حل کرنے کا وسیلہ ہے اور یہ طلبہ میں ایک حقیقی اور جوشیلا ردّعمل پیدا کرتے ہیں۔

لکچر یا تقریری طریقہ:

تعلیمی اداروں میں سب سے زیادہ استعمال کیا جانے والا تدریسی طریقہ لکچر یا تقریری طریقہ ہے۔اور یہ طریقہ تقریباً تمام مضامین کی تدریس میں مقبول ہے۔اس کے ذریعہ استاد کسی خاص موضوع یا مسئلہ پر ایک منظّم اور ترتیب شدہ نفس مضمون کا زبانی اظہار کرتا ہے اور طلبہ خاموشی کے ساتھ معلم کی بات کو سماعت کرتے ہیں۔اس لیے لکچر ہی ایسا تدریسی طریقہ ہے جس کے ذریعہ بیک وقت پوری جماعت کو پڑھایا جاسکتا ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس میں یک طرفہ حرکت ہے۔یعنی کہ معلم فعال رہتا ہے اور طلبہ خاموش رہتے ہیں لیکن معلم نفس مضمون کو نہایت ترتیب اور منطقی انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ طلبہ آسانی سے سمجھ لیں ۔اگر معلم کسی موضوع پر معلومات فراہم کرنا چاہتا ہے تو یہ طریقہ معقول اور مناسب ہے۔ یہ طریقہ تدریس اعلیٰ جماعت کے طلبہ کے لیے کافی موزوں ومناسب ہے کیوں کہ اس سطح پر طلبہ کی ذہنی صلاحیت کافی پختہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے طلبہ سنی ہوئی باتوں کو آسانی کے ساتھ یاد رکھ سکتے ہیں۔

اس طریقے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ لکچر کو پہلے سے تیار کرلینا چاہیے۔لکچر میں وحدت ہونی ضروری ہے۔نفس مضمون سے ہٹنا نہیں چاہیے۔ معلم خود نوٹ نہ لکھوائے بلکہ طلبا خود اپنی ضرورت کے پیش نظر اہم نکات نوٹ کرتے رہیں۔لکچر کو امدادی اشیا سے موثر بنانا چاہیے اور اس کے اشارات تختۂ سیاہ پر تحریر کیے جائیں۔معلم کو نفس مضمون پر عبور ہو اور خود اعتمادی کے ساتھ اپنے خیالات کو پیش کرے۔لکچر کے بعد طلبہ کے سوالات کا جواب دینا چاہیے اور منفی رویہ سے پرہیز کیا جائے تو اس طریقہ کو تدریس میں ایک اہم مقام دلایا جاسکتا ہے۔

اداکاری یا ڈرامائی طریقہ:

درس وتدریس میں اداکاری یا ڈرامائی طریقہ کی کافی اہمیت ہے۔اس طریقہ سے طالب علموں میں اپنے خیالات، جذبات اور احساسات کو بیان کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ڈرامے میں جسمانی حرکات اور اظہار جذبات کی کافی اہمیت ہے۔اداکاری میں مکالمہ ایک اہم جز ہے۔جس طرح ایک اداکار اسٹیج پر اپنی اداکاری سے ناظرین کو مسحور کرلیتا ہے اسی طرح معلم کو بھی چاہیے کہ کسی خاص مضمون کو پڑھاتے ہوئے اداکاری کو اہمیت دے۔عمل کے ذریعہ اظہار خیالات اور مختلف جذبات کو بیان کرنے کے لئے ڈرامہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ڈرامائی انداز پیدا کرکے سبق کو انتہائی دلچسپ اور تفریحی بنایا جاسکتا ہے۔

اگر معلم اپنے سبق کو موثر ڈھنگ سے پڑھانا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ جو باتیں صرف زبان سے ادا کرنی ہیں تو انھیں جسمانی حرکات وسکنات کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔

بچے نقل پسند ہوتے ہیں اس لیے وہ اساتذہ کی نقل کرتے ہیں جس سے ان کے فطری میلانات کو تحریک ملتی ہے۔اس میں مکالمہ کو اہمیت ہے جو مکالمہ کردار بولتے ہیں وہ ان کے علم میں اضافہ کرتے ہیں اس سے طلبہ جذبات کو ٹھیک طرح سے سمجھ لیتے ہیں۔مختلف کرداروں کی خصوصیات سے انھیں واقفیت ہوجاتی ہے۔معلم اس طریقہ کو نظم پڑھانے میں استعمال کرسکتا ہے یا پھر طلبہ کو مختلف کردار دے کر پیش کرسکتا ہے۔وہ اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور طلبہ کی حسی قوتیں تیز ہوجاتی ہیں۔تخلیقی صلاحیت پروان چڑھتی ہے۔طلبہ کی شخصیت موثر اور پرکشش بنتی ہے۔طلبہ کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع ملتا ہے۔

بحث ومباحثہ کا طریقہ:

جدید تعلیم کی ایک تکنیک یہ بھی ہے کہ تعلیم کو جمہوری بنایا جائے اور بچوں کی صلاحیتوں کی آزادانہ نشوونما ہو۔اس مقصد کے حصول کے لئے بحث ومباحثہ طریقہ تدریس کو کافی اہم سمجھا جاتا ہے۔اس سے مراد کسی موضوع پر مدلّل گفتگو ہے۔اس طریقہ کار میں بچے کو ایک موضوع دے دیا جاتا ہے اور وہاں پر وہ تائیدی یا تردیدی خیالات کا اظہار اپنے دلائل کے ساتھ کرتا ہے۔اس سے بچے کے غوروفکر کی قوت اور استدلالی قوتوں کو فروغ ملتا ہے۔

اس طریقہ تدریس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ طلبہ تدریس میں سرگرم حصہ دار بن جاتے ہیں اس طرح طلبہ پر آموزش اور تدریس کے پائیدار اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔اس میں ان کا علم خود کا حاصل کردہ علم ہوتا ہے اور اس قسم کا علم ہمیشہ پائیدار رہتا ہے۔اور پوری طرح ذہن نشین ہوجاتا ہے۔اس سے دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ میں تنقیدی شعور پیدا ہوتا ہے۔نئے خیالات کی پرورش ہوتی ہے۔اس سے طلبہ میں استدلالی قوتوں کا فروغ ہوتا ہے۔اور طلبہ کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے اور قوت تقریر بھی پروان چڑھتی ہے۔ان میں جھجھک نکل جاتی ہے اور وہ روانی اور آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔معلم کو چاہیے کہ طلبا میں اصولی بحث کرنے، صحیح جواب دینے اور سوالات دریافت کرنے کا شوق پیدا کرے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ سے ایسے مسائل کے جوابات طلب کیے جائیں جو عام سطح سے بلند اور الگ ہوں۔اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ یہ طریقہ طلبہ کے اندر استدلالی قوتوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ کا طریقہ:

تجربہ یا مشاہدہ زندگی کا ایک اہم جز ہے۔ہر انسان اپنی زندگی میں تجربات اور مشاہدات سے کچھ نہ کچھ سیکھتا ہے۔اس طریقہ میں طلبہ خود تجربہ کرتے ہیں۔کبھی کبھی استاد تجربہ کرکے دکھاتا ہے اور طلبہ مشاہدہ کرتے ہیں اس کے بعد نتائج اخذ کرتے ہیں۔مثلاً سائنس کی تدریس میں تجربہ کا کافی عمل دخل ہے۔اس طریقہ تدریس کو سماجی علوم کی تدریس میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور اب تو زبان سکھانے کے تجربہ گاہ(Language Lab) بھی کافی استعمال ہونے ہونے لگے ہیں جس سے طلبہ زبان سیکھتے ہیں۔

اس طریقے پر مبنی تعلیم اس اصول پر مبنی ہے کہ سیکھنے والے کو سیکھنے کے عمل میں حصّہ لینا چاہیے۔یہ طریقہ بچوں کے مقاصد، دلچسپیوں اور ضرورتوں پر زیادہ زور دیتا ہے۔نصابی کتابوں اور نصابی مضامین کی کوئی پابندی نہیں ہوتی اس لیے یہ بچوں کے لیے زیادہ دلچسپ اور موزوں طریقہ ہے۔اس طریقہ تعلیم میں مل جل کر کام کرنا، سماجی زندگی کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنا اور خود ان کا تجربہ کرنا اور مسائل کے حل کی کوشش کرنا ہے۔اس طرح جو چیزیں طلبہ کے ذاتی تجربہ میں آئیں گی وہ اس کے علم کی یادداشت کا حصہ بن جائیں گی۔وہ تمام چیزیں آسانی سے ذہن نشیں ہوجاتی ہیں اور طلبہ کو حقائق کا گہرا فہم ہوجاتا ہے۔

اس طریقہ تدریس میں کمرۂ جماعت کو ضروری ساز وسامان سے آراستہ کیا جاتا ہے۔جس میں نقشے، ماڈل، تصاویر، ٹی وی، ریڈیو اور دوسری چیزیں رکھی جاتی ہیں اور طلبہ اسے اپنی تجربہ گاہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جملہ تجربہ گاہ کی سہولتوں سے کام لیکر کسی مسئلے کا حل معلوم کرتے ہیں یا کسی منصوبہ کو مکمل کرتے ہیں۔اس طریقہ میں استاد ایک رہنما کا کام کرتا ہے۔

منصوبائی طریقہ:

اس طریقہ تدریس کا بانی امریکی ماہر تعلیم جان ڈیوی ہے۔وہ کہتا ہے جو تعلیم زندگی سے تعلق توڑے وہ نہ صرف کامیاب انسان پیدا کرنے میں ناکام رہتی ہے بلکہ طلبہ کے لیے پھیکی اور بدمزہ بن کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ خشک کتابیں رٹوانے کے بجائے تعلیم کو زندہ مسائل سے ہم آہنگ کر کے اس کے طریقہ کار کو بہتر بنانا چاہیے۔اس نے اس کی تعریف اس طرح بیان کی ہے'' منصوبہ ایک بامعنی عملی سرگرمی کا نام ہے جو کسی مسئلے کی پیداوار ہو، اور طلبہ کے ہاتھوں قدرتی ماحول میں انجام پائے اور اس کی تکمیل کے لیے ساز وسامان کی ضرورت لاحق ہو' اگر ہم اس تعریف پر غور کریں تو درج ذیل نکات نظر آتے ہیں:

الف۔ ہر منصوبہ کسی حقیقی مسئلے کی پیداوار ہوتا ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ طلبہ کو پہلے کسی ضرورت یا دشواری کا احساس ہو پھر وہ اس دشواری پر قابو پانے کی عملی تدابیر سوچیں اور اس کے عملی منصوبہ بنائیں۔

ب۔ منصوبہ ایسا ہو جو لگاتار مطالعہ اور مسلسل سرگرمی کا مطالبہ کرے۔

ج۔ مسئلے کا عملی حل تلاش کرنے کے لئے جو سرگرمیاں نظر آئیں طلبہ انھیں خود انجام دیں۔

د۔ مسئلے کا حل نظری کے بجائے عملی قسم کا ہو۔

منصوبے دو طرح کے ہوتے ہیں:

(1) انفرادی

(2) گروہی۔

انفرادی منصوبہ وہ ہے جس میں ایک طالب علم منصوبہ مکمل کرے۔اگر اسی منصوبے میں بہت سے طلبہ ملکر کسی کام کو کرتے ہیں اس میں کام کی تقسیم کر دی جاتی ہے۔مثلاً ایک منصوبہ ہے'' شعرا کا تذکرہ'' اس میں ایک گروہ ایک شاعر کے بارے میں معلومات فراہم کرے۔ دوسرا گروہ دوسرے شاعر کے بارے میں معلومات جمع کرے۔

منصوبائی طریقہ کے مختلف مدارج ہوتے ہیں جو اس طرح ہیں:

(1) مقصد کا تعین

(2) پلاننگ

(3) معلومات کی فراہمی

(4) نتائج اخذ کرنا ۔اس طریقہ میں تخلیقی کام کے ذریعہ بچے کو اظہار خودی کا موقع کا ملتا ہے اور وہ مل جل کر کام کرنا سیکھتا ہے۔

گروہی تدریس: دور جدید میں یہ تصور عام ہے کہ بعض اوقات محض ایک استاد تدریس کے لیے ناکافی ہوتا ہے۔اس لئے کہ کئی استاد مل کر خاص طور پر تدریسی وحدت میں ٹیم کے انداز میں پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ اس طریقہ تدریس کو'' ٹیم ٹیچنگ'' بھی کہا جاتا ہے۔اس کے دو طریقے ہیں۔

(1) مختلف مضامین کے اساتذہ مل کر پڑھائیں۔

(2) ایک مضمون کے اساتذہ مل کر ایک سبق تیار کریں۔

تدریس اردو میں دونوں طریقے مفید ہیں۔مثلاً۔ پہلے طریقے میں اشارات سبق تیار کرتے ہوئے ایک استاد کو تدریسی سامان کی تیاری کے لیے آرٹ کے استاد کی مدد درکار رہوتی ہے۔دوسرے طریقے میں ایک استاد نثر یا نظم کی عمدہ تدریس کر سکتا ہے تو دوسرا اس کے معنی،قواعد،انشا یا اصلاح وتصحیح کا کام بہتر انجام دے سکتا ہے۔اس طرح ہر استاد اپنی اہلیت کے مطابق سبق کا خاص حصّہ پڑھاتا ہے اور نصاب بھی وقت پر ختم ہو جاتا ہے۔بعض اوقات ایک ہی وقت میں کئی اساتذہ مل کر تدریسی فعل انجام دیتے ہیں اور طلبہ کو مختلف گروہ میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔اس طریقۂ تدریس میں اساتذہ کی خصوصی صلاحیت سے طلبہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔طلبہ پر انفرادی توجہ دی جاسکتی ہے۔طلبہ ایسے طریقۂ تدریس میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

استقرائی طریقہ: تدریس کا وہ طریقہ جس کی بدولت طلبہ متعدد واقعات،حقائق یا مثالوں کا تجزیہ کر کے براہ راست کسی نتیجے پر پہنچتے اور کوئی اصول ،ضابطہ یا کلیہ اخذ کرتے ہیں،استقرائی طریقہ کہلاتا ہے۔اس طریقے میں معلم ایک خاص ترتیب سے طلبہ کو مخصوص واقعات اور مثالوں کے تجربے،مشاہدے ،مطالعہ کا موقع فراہم کرتا ہے۔معلم کی رہنمائی میں طلبہ ان مثالوں کا تجزیہ اور باہم مقابلہ وموازنہ کرتے ہیں'ان کے درمیان مماثلت یا فرق تلاش کرتے ہیں اور اس طرح کسی حقیقت تک پہنچتے یا کوئی عام اصول،کلیہ یا قاعدہ اخذ کرتے ہیں۔مثلاً۔طلبہ 3 کو 5 بار جوڑتے ہیں (15=3+3+3+3+3) اور تین کا پانچ تک پہاڑہ (15 = 5 x 3) پڑھتے ہیں تو دونوں صورتوں میں پندرہ جواب آتا ہے۔یہی عمل کئی اعداد پر کرتے ہیں۔اس طرح کی متعدد مثالوں سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ'' جوڑ کا آسان طریقہ ضرب ہے''اسی طرح دھات کا ایک گولہ لیتے ہیں جو ایک حلقے یا سوراخ سے بآسانی گزر جاتا ہے،اسے گرم کرتے ہیں،اب وہ نہیں گزرتا۔یہی عمل مختلف دھاتوں کے گولوں پر کرتے ہیں۔ہر بار حاصل ایک ہی ہوتا ہے۔آخر وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ'' چیزیں گرمی پا کر پھیلتی ہیں''۔لیکن جب وہ گولے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تو پھر حلقے سے بآسانی گزر جاتے ہیں اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ'' چیزیں ٹھنڈی ہو کر سکڑتی ہیں۔''

استقرائی طریقہ کے مراحل: استقرائی طریقے سے تعلیم دیتے وقت چند مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔یہ مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) مثال: سب سے پہلے طلبہ کے سامنے کئی طرح کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(ب) معائنہ: اس کے بعد طلبہ حقائق کی تحقیق وجستجو کرتے ہیں۔طلبہ کے ذریعہ مثالوں کا مقابلہ وموازنہ کیا جاتا ہے پھر ان میں مماثلت تلاش کی جاتی ہے۔طلبہ تحقیق کے بعد ہی کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

(ج) ضابطہ یا کلیہ: طلبہ کے ذریعہ مثالوں کے موازنہ ومماثلت کی بنیاد پر کسی اصول،ضابطے یا کلیہ کو اخذ کرتے ہیں۔

(د) جانچ: سب سے آخر میں طلبہ دوسری مثالوں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں اور خود کے نکالے ہوئے ضابطے کی جانچ کرتے ہیں۔

استقرائی طریقے میں تدریس کے تین اصولوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

(1) خاص سے عام کی طرف

(2) معلوم سے نامعلوم کی طرف

(3) کل سے جز کی طرف

یہ طریقہ تدریس علم کے حصول کا معقول اور منطقی طریقہ ہے۔ مدرّس مخصوص مثالیں یا واقعات خاص ترتیب سے فراہم کردیتا ہے۔ طلبہ ان کا تجزیہ کر کے نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ اس طرح طلبہ سبق میں عملی دلچسپی لیتے اور ہمہ تن متوجہ و مصروف رہتے ہیں۔ اس طریقہ میں طلبہ کو غور و فکر، استدلال اور فیصلہ کرنے کا پورا موقع ملتا ہے۔ طلبہ کو خود کر کے سیکھنے کے تمام فوائد حاصل ہوتے ہیں، علم کی پختگی، علم کو عمل میں لانے کا سلیقہ، مسائل سے خود نمٹنے کی صلاحیت، جبلی تقاضوں اور فطری خواہشات کی تسکین وغیرہ ملتی ہے۔ بنی نوع انسان نے تمام معلومات اسی طرح حاصل کی ہیں۔ خود مشاہدہ و تجربہ کیا ہے۔ اس لیے معلومات کے حصول کا یہی فطری و نفسیاتی طریقہ ہے۔

استخراجی طریقہ: یہ طریقہ استقرائی کی ضد ہے۔ اس میں معلم خود ہی طلبہ کو کوئی عام اصول، ضابطہ یا کلیہ بتا دیتا ہے۔ پھر مخصوص مثالوں سے اس کی وضاحت کر دیتا ہے۔ طلبہ معلم کے اعتماد پر اسے تسلیم کر لیتے ہیں مزید تصدیق کے لئے بعد میں وہ کچھ اور مثالوں پر اس کلیہ کو منطبق کرنے کا موقع دیتا ہے۔ مثلاً۔ قواعد میں استاد نے اسم، ضمیر، فعل، حرف یا صفت کی تعریف بتادی، مثالوں سے واضح کر دیا۔ طلبہ نے استاد کے علم پر بھروسہ کر کے انھیں مان لیا۔ ایک پیراگراف دے کر طلبہ سے کہا گیا کہ وہ اس میں سے اسم، فعل، حرف وغیرہ کی نشاندہی کرے۔ اگر طلبہ ٹھیک نشاندہی کر دیتے ہیں تو سبق کامیاب ہے۔ اسی طرح ریاضی میں کوئی طریقہ یا قاعدہ بتا کر مثالوں سے واضح کر دیا گیا۔ اب طلبہ اسی قاعدے کو استعمال کر کے مزید سوالات حل کرتے ہیں تو سبق کامیاب شمار کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ تدریس میں معلم اپنے علم و تجربات کی جو بڑی محنت سے اور بہت کچھ کھو کر حاصل کرتے ہیں قلیل مدت میں بچوں کو منتقل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کا وقت ان چیزوں کو خود کر کے سیکھنے پر ضائع نہیں ہوتا جن پر بڑے اپنا بہت سا وقت، قوت و پیسہ خرچ کر چکے ہیں۔ مذکورہ طریقہ تدریس میں معلم کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ وہ ایک قاعدہ یا اصول بتا دیتا ہے، طلبہ اسے یاد کر کے اس کی مدد سے متعدد مسائل حل کرتے ہیں۔

استخراجی طریقہ کے مراحل	:	استخراجی طریقہ کا استعمال کرنے میں درج ذیل مرحلوں کا استعمال ہوتا ہے۔
(الف) اصول اور تعریف	:	اس مرحلے میں طلبہ کے سامنے کوئی اصول یا تعریف پیش کی جاتی ہے۔
(ب) استعمال یا مثال	:	تعریف اور اصول کو ثابت کرنے کے لیے مثال پیش کی جاتی ہے۔
(ج) نتیجہ	:	استعمال اور مثال کے ذریعہ کسی نتیجہ پر پہنچا جاتا ہے۔
(د) جانچ	:	طلبہ کے ذریعہ استعمال اور مثال کی مدد سے نتیجہ کی جانچ کی جاتی ہے۔

استخراجی طریقہ تدریس میں دو تدریسی اصولوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

(1) عام سے خاص کی طرف

(2) جز سے کل کی طرف

3.9 یاد رکھنے کے نکات

☆ تدریس ایک معاشرتی اور جمہوری عمل ہے جس میں طلبا کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ تدریس کی مدد سے معلم، طلبا اور مضامین میں ربط قائم کرتا ہے۔

☆ تدریس ایک امدادی شئے ہے جو بچے کو موثر انداز میں ماحول کے مطابق ردعمل کے لئے تیار کرتی ہے۔ تدریس طلبا کی عادتیں، شعور اور دلچسپیوں کو فروغ دیتی ہے تا کہ وہ زندگی میں مطابقت پیدا کرنے کے لائق ہو جائیں۔

☆ ایک معیاری/اچھی تدریس کی خصوصیات۔طلبا کو مطلوبہ معلومات دینا، رہنمائی کرنا،منتخب باتوں کا علم دینا، ہمدردی کرنا،تعاون کرنا، جمہوری اور ترقی پذیر بنانا ہے۔

☆ تدریس کے اہم اصول۔آمادگی، انتخاب، زندگی سے مربوط، خود کر کے سیکھنا،تقسیم اور اعادہ کے اصول ہیں۔

☆ تدریس کے اقدامی اصول سبق کو دلچسپ، واضح اور کامیاب بناتے ہیں۔ان میں معلوم سے نامعلوم کی طرف، آسان سے مشکل کی طرف،ٹھوس سے مجرد کی طرف، غیر معین سے معین کی طرف، غیر واضح سے واضح کی طرف، خاص سے عام کی طرف، منطقی ترتیب اور نفسیاتی ترتیب کا لحاظ اہم ہیں۔

☆ ابتدائی جماعت سے لے کر اعلیٰ جماعت تک کی تدریس میں مختلف طریقۂ کار استعمال کئے جاتے ہیں۔جن میں کھیل کھیل کا طریقہ، کہانی کا طریقہ، سوال و جواب کا طریقہ،لکچر کا طریقہ، اداکاری کا طریقہ، بحث و مباحثہ کا طریقہ، منصوبائی طریقہ، استقرائی و استخراجی طریقہ اہم ہیں۔

3.10 اپنی معلومات کی جانچ

1۔ تدریس کے مفہوم کو مختلف تعریفوں کی مدد سے واضح کیجئے۔

2۔ تدریس کی اہمیت و افادیت اجاگر کیجئے۔

3۔ ایک معیاری تدریس کی خصوصیات بیان کیجئے۔

4۔ تدریس کے مختلف اصولوں کو قلم بند کیجئے۔

5۔ تدریس کے مختلف طریقۂ کار کو مختصراً بیان کیجئے۔

6۔ ثانوی سطح کے طلبا کو پڑھاتے وقت آپ کون سا تدریسی طریقہ اختیار کریں گے۔اور کیوں؟

7۔ لکچر طریقۂ کار کی خوبیوں اور خامیوں کا احاطہ کیجئے۔

8۔ استقرائی اور استخراجی طریقۂ کار کے درمیان فرق کو واضح کیجئے۔

3.11 سفارش کردہ کتابیں

معین الدین ۔ اردو زبان کی تدریس

سلیم عبداللہ ۔ اردو کیسے پڑھائیں

سید جلیل الدین ۔ طریقۂ تدریس اردو

ڈاکٹر سلامت اللہ ۔ ہم کیسے پڑھائیں

احمد حسین ۔ تدریس اردو

نجم السحر و صابرہ سعید ۔ تدریس اردو